دارالافتاء

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

# قرآن حکیم کی تعلیم اور معاوضہ

گوجرانوالہ سے مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث کی طالبات لکھتی ہیں کہ:

۱۔ قرآن پاک کی تعلیم کا معاوضہ لینے کا کچھ جواز ہے؟ حضرت عبادہ بن صامت کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، یہ جائز نہیں ہے۔ مشکوٰۃ پر نغز نویہ حاشیہ میں ہے: پس قبول کر اس کو تعلیم قرآن پر اجرت، نہ جائز ہونے کی دلیل ایک عبادہ بن صامت کی یہ حدیث ہے اور دو تین حدیثیں صاحب روضہ نے بیان کی ہیں۔ پھر کہا اس باب میں کئی اور حدیثیں ہیں (روضہ)

۲۔ طالب علم اگر عقیدت اور محبت سے اپنے استاذ (معلم قرآن) کی خدمت میں کوئی چیز پیش کرے تو کیا جائز ہے؟

۳۔ قرآن پاک ختم کرنے پر کوئی شاگرد اگر استاذ کو کوئی تحفہ (مثلاً کپڑے وغیرہ) دے تو اسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

**قرآن حکیم کی تعلیم اور معاوضہ۔** اس مسئلے کا تعلق دراصل ایک بنیادی تصور سے ہے جو عبادات اور دینی اقدار کی اجرت کے سلسلے پر مبنی ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو خلجان کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

**دینی اقدار کا کاروبار۔** جو شے "دین" ہے اس کا کاروبار جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فریضہ اور طاعت ہے جو سب کا ذمہ ہے کسی دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتا۔

قال العینی، والاصل الذی بنی علیہ حرمۃ الاستئجار علی ھذہ الاشیاء ان کل طاعۃ یختص بھا المسلم لا یجوز الاستئجار علیھا لان ھذہ الاشیاء طاعۃ وقربۃ تقع عن العامل فلا یجوز اخذ الاجرۃ من غیرہ کالصوم والصلوٰۃ (عمدۃ القاری)

اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ (۱) حبِ جاہ اور مال کی خاطر کوئی شخص اس کو قبول کرے۔

وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (پ- بقرہ ع) (۲) دوسرا یہ کہ جب کوئی شخص کوئی آیت پوچھے یا کسی کو خود کوئی آیت سنائے تو کہے پیسے دو، یا وہ اس کی خواہش کرے کہ کوئی شخص اس سے قرآن سن کر اس کی کچھ خدمت کرے۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں یہ لوگ بھی شامل ہیں: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (بقرہ ۲۵ع) ۔ جن روایات کا آپ نے ذکر کیا ہے جو اس کی منع کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ تقریباً تقریباً ان سب کا تعلق اسی شق سے ہے۔ مثلاً یہ روایات ہیں۔

۱۔ قرآن پڑھو، اس میں غلو نہ کرو، نہ اس سے دور رہو، نہ اس کے عوض کھاؤ اور نہ اس کو جلب زر کے لیے استعمال کرو۔

عن ابن شبل عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اقرؤا القراٰن ولا تغلوا فیہ ولا تجفوا فیہ ولا تاکلوا بہ ولا تستکثروا بہ (رواہ احمد)

۲۔ قرآن پڑھو، اور اس کے ذریعے اللہ سے مانگو، تمہارے بعد ۔ ایسی قومیں آئیں گی جو قرآن پڑھیں گی اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ بنائیں گی۔

عن عمران بن حصینؓ انہ مر علی قارئ یقرء ثم یسأل فاسترجع ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ القراٰن فلیسأل اللہ بہ فانہ سیجئ اقوام یقرؤن القراٰن یسألون بہ الناس رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن وفی روایۃ: اقرءوا القراٰن واسألوا اللہ بہ فان من بعدکم قوما یقرؤن القراٰن یسألون بہ الناس رواہ احمد۔

۳۔ حضور ہمارے پاس آئے، ہم قرآن پڑھ رہے تھے، ہم میں عربی بھی تھے اور عجمی بھی، فرمایا: پڑھو (پڑھو!) سب ٹھیک ہے، عنقریب کچھ قومیں نمودار ہوں گی جو اسے یوں سیدھا کرنے کی کوشش کریں گی جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے، وہ قرآن کے عوض نقد چاہیں گی، آخرت پر نہیں چھوڑیں گی۔

عن جابر قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحن نقرأ القراٰن وفینا الاعرابی والعجمی فقال اقرءوا فکل حسن وسیجئ اقوام یقیمونہ کما یقام القدح یتعجلونہ ولا یتأجلونہ رواہ ابوداؤد وفی روایۃ سھل بن سعدؓ یتعجل اجرہ ولا یتأجلہ رواہ ابوداؤد۔

۴۔ حضرت عبادہؓ اور حضرت ابیؓ بن کعب فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو قرآن پڑھایا تو اس نے مجھے ایک کمان کا تحفہ بھیجا۔ میں نے حضورؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اگر آپ نے یہ لے لی تو آپ نے آگ کی کمان لی، چنانچہ میں نے وہ واپس کر دی۔

علمت رجلاً القرآن فاھدی لی قوساً فذکرت ذلك للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان اخذ تھا اخذ ت قوساً من نار فردد تھا رواہ ابن ماجہ وھذا منقطع۔

حضرت عبادہؓ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

علمت ناسا من اھل الصفة الکتاب والقرآن فاھدی الی رجل منھم قوساً فقلت: لیست بمال وارمی علیھا فی سبیل اللہ عزوجل الحدیث، رواہ ابو داؤد وابن ماجہ وفیہ المغیرة بن زیاد الموصلی قال احمد: کل حدیث رفعہ فھو منکر (النیل)

۵۔ جس شخص نے قرآن کو پیٹ کے دھندے کے لیے ذریعہ بنایا، قیامت میں اس کے منہ پر گوشت نہیں ہوگا۔

عن بریدةؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قرأ القرآن یتاکل بہ الناس جاء یوم القیمة ووجھہ عظم لیس علیہ لحم رواہ البیھقی فی شعب الایمان وقال الشارح: لا یعلم حال اسنادہ ولہ شاھد (التنقیح) ورمز علیھا السیوطی (ح) الی حدیث حسن (الجامع الصغیر)

اس موضوع سے متعلق کچھ آثار بھی مروی ہیں۔

۱۔ بچوں کو قرآن حکیم کی تعلیم دینے پر اجرت لینے کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہی حال اور صحابہؓ کا تھا۔

یشدّدون فی بیع المصاحف ویکرھون الارش علی الغلمان فی التعلیم رواہ عبد الرزاق و قال ابراھیم یکرھون ان یاخذوا الاجر علی تعلیم الغلمان رواہ عبد الرزاق۔

عن القاسم بن عبد الرحمٰن ان عمر بن الخطاب کرھہ رواہ عبد الرزاق وقال عبد اللہ بن شقیق العقیلی کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ——

۲۔ یشدّدون فی بیع المصاحف ویکرھون الارش علی الغلمان فی التعلیم رواہ عبد الرزاق)

۳۔ حضرت ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ صحابہؓ اس کو برا مناتے تھے۔

قال کانوا یکرھون ان یاخذوا الاجر علی تعلیم الغلمان رواہ عبد الرزاق۔

۴۔ حضرت قتادہؒ اسے بدعت کہتے تھے۔

احدث الناس ثلثة اشیاء ...... (تعلیم القرآن) (ایضاً)

حضرت حمزہ زیات نے ایک گھر سے صرف اس لیے پانی نہ پیا کہ شاید اس کے کسی بچے نے ان سے قرآن پڑھا ہو اور یہ اس کا معاوضہ اور بدلہ بن جائے۔

قال الزیلعی: واسند(ای البیہقی) عن حمزۃ الزیات انہ مر علی باب قوم با لبصرۃ فاستسقی منھم فلما اخرج الیہ الکوزردہ فقیل لہ فی ذلک فقال: اخشی ان یکون بعض صبیان هذه الدار قرؤا علی فیکون ثوابی منہ (نصب الرایۃ)

دراصل زیات کی یہ بات تقوے کی ہے، فتوے کی نہیں ہے

پڑھانے کی بات، تو دور کی بات ہے۔ وہ قرآن حکیم کے نسخے کو فروخت کرنے کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔

عن سعید بن جبیر قال سمعت ابن عمر وددت انی قد رایت فی الذین یبتاعون المصاحف ایدی تقطع (ایضاً)

قال سعید بن جبیر: لوددت فی الذین رایت یبیعون المصاحف ایدیا ..... تقطع (ایضاً)

قال عبد اللہ بن شقیق العقیلی: کان اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یشددون فی بیع المصاحف رواہ عبد الرزاق۔

مصاحف کا یہ بیچنا دراصل "قرآن فروشی" کی ایک مکروہ تلمیح بن جاتی ہے۔ اس لیے ان بزرگوں نے اسے اوپرا تصور کیا۔

حضرت حسن بصری اور امام شعبی فرمایا کرتے تھے کہ: یہ تو کاغذ اور محنت خریدی جا رہی ہے، یعنی قرآن فروشی نہیں ہے۔

قال الشعبی: انما یشتری ورقہ و عملہ قالہ خالد عن الحسن رواہ عبد الرزاق۔

حضرت جابر بن زید نے اسے پاک کمائی اور عمدہ محنت قرار دیا ہے یعنی ہم خرما و ہم ثواب۔

قال مالک بن دینار: دخل علی جابر بن زید وانا اکتب مصحفاً فقال نعم العمل عملک، ھذا الکسب الطیب تنقل کتاب اللہ من ورقۃ الی ورقۃ قال مالک وسألت عن الحسن والشعبی فلم یریا بہ بأساً رواہ عبد الرزاق۔

ایک نصرانی نے مصحف لکھ کر حضرت ابن ابی لیلیٰ کے ہاں فروخت کیا۔

ان عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کتب لہ نصرانی من اہل الحیرۃ مصحفاً بسبعین درھما رواہ عبد الرزاق۔

بہر حال یہ وقت اور محنت کا مول ہے، "قرآن فروشی نہیں ہے"، پڑھنا پڑھانا ہو یا کتابت کر کے اسے بیچنا ہو یکساں بات ہے۔ قرآن فروشی نہیں ہے کیونکہ اس پڑھنے پڑھانے کا عوض لینے سے غرض متعلقہ "ثواب" کا سودا نہیں ہے نہ اس سے غرض قرأۃ اور مصاحف سے فرار ہے بلکہ اس کی مزید نشر و اشاعت کے یہ ایک گونہ سامان ہیں۔

پڑھنے پڑھانے یا کتابت مصحف کا شعبہ، پہلے سرکاری ہوتا تھا، جن لوگوں کو اس کے لیے فارغ کر دیا جاتا، اس معلم یا کاتب کے مصارف بیت المال کے ذمہ ہوتے تھے، چونکہ بعد میں یہ صورت ممکن نہیں رہی تھی، اس لیے جو لوگ اس کام کے لیے وقت دیتے اور محنت کرتے ہیں، وہ دراصل ہم خرما ہم ثواب کی بات پر عمل کرتے ہیں۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ (رواہ البخاری)

یعنی وہ کام جس کی اجرت سب سے زیادہ مناسب ہو سکتی ہے وہ کتاب اللہ ہے۔

بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ، اسے باہم تقسیم کرو، اپنے ساتھ اس میں میرا حصہ بھی رکھ لو۔

اصبتم اقتسموا واضربوا لی معکم سہما (رواہ مسلم)

ایک جگہ ایک کا ذکر کو بچھو لڑ گیا، اور دوسرے ایک مقام پر ایک کا دماغ چل گیا۔ صحابہ سے دم کرنے کو انھوں نے کہا تو انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو آرام آگیا۔ اس کا معاوضہ ملا تو انھوں نے حضورؐ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کمام —— وجہ یہ بیان فرمائی۔ لقد اکلت برقیۃ حق (رواہ احمد وابوداؤد) آپ نے برحق منتر کے عوض کھایا ہے۔

رقیۃ دوا نہیں، دعا ہے، قرآنی آیات پر مشتمل ہو تو وہ دعا بھی ہے اور قرآن بھی۔ اگر ایسے کلمات حقہ اور آیات قرآنیہ کے ذریعے کوئی خدمت انجام دی جائے تو وہ معاوضہ خدمت کا ہوتا ہے قرآن کی آیات کا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر واقعی کوئی بدنصیب شخص قرآن یا اس کی کچھ آیات ہی بیچنے کی نیت سے ایسا کرتا ہے اور اس کے نزدیک قرآن اور آیات کی بس اتنی قیمت ہے تو پھر یقیناً حرام اور ناجائز ہے۔

یہی کیفیت پیش امام، خطیب اور مؤذن کی ہے کہ روایات ان کی اجرت اور معاوضہ کا ساتھ نہیں دیتیں، کیونکہ یہ کاروبار نہیں عبادات ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ولا یاخذ مؤذنك علی الاذان اجرا رواہ ابن سعد مرسلا وروی البخاری فی تاریخہ عن مغیرۃ بن شعبۃ قال قلت یارسول اللہ اجعلنی امام قومی قال: قد فعلت ثم قال صل بصلوۃ اضعف القوم ولا تتخذ مؤذنا یاخذ علی الاذان اجرا وعن یحیی البکاء قال سمعت رجلا قال لابن عمر انی احبك فی اللہ فقال لہ ابن عمر: وانا ابغضك فی اللہ قال سبحان اللہ انا احبك فی اللہ وانت تبغضنی فی اللہ؟ قال نعم فانك تاخذ علی اذانك اجرا وقال ابن عدی: ویحیی البکاء لیس بذلك المعروف (نصب الرایہ)

جہاں تک گزراوقات کی بات ہے اس کی ذمہ دار اسلامی حکومت ہوتی ہے۔ لیکن جب یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور زندگی کے جھنجھٹ بڑھ گئے تو پرائیویٹ سطح پر ان کی کفالت کے لیے جتن کیے گئے، ورنہ یہ عظیم سلسلہ ختم ہوکر دین کی نشر و اشاعت کا سلسلہ بند ہوجاتا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مؤذن، امام، قراء اور علوم عربیہ کے معلمین کی تقرریاں کیں اور ان کے بیش بہا وظیفے مقرر کیے۔

ان عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان كانا يرزقان المؤذنين والائمة والمعلمين (سيرة العمرين لابن الجوزي) وفی رواية: كانا يرزقان المؤذنين والائمة (ايضا) وقال الزيلعي فی نصب الراية: وروى عن عمر بن الخطاب انه كان يرزق المعلمين ثم اسند عن ابراهيم بن سعد عن ابيه ان عمر بن الخطاب كتب الى بعض عماله ان اعط الناس على تعليم القرآن (نصب الراية)

قراء صحابہ کو قرآن کی تعلیم کے لیے حضرت عمرؓ نے دور دراز مقامات پر تعینات کیا، وہ جاکر ان کو قرآن پڑھاتے اور تفقہ فی الدین کے لیے تیاری کراتے۔ ان میں سے حضرت معاذؓ بن جبل، عبادہ بن الصامت، ابیؓ بن کعب، ابوایوبؓ، ابوالدرداءؓ کا نام بالخصوص تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے امام ابن الجوزی نے تصریح کی ہے کہ باقاعدہ ان کی تنخواہیں مقرر کی گئی تھیں۔ (الفاروق ص ۱۳۰ ج ۲)

قضاۃ (ججوں) کے بارے میں بھی یہی سوال پیدا ہوا کہ کیا ان کو اس کا معاوضہ لینا چاہیے؟ یا نہیں؟ چونکہ دنیا کو کتاب و سنت کی رہنمائی بہم پہنچانا ایک دینی فریضہ ہے، اس لیے یہ فتویٰ دیا گیا کہ ان کو بھی معاوضہ نہیں لینا چاہیے! چنانچہ حضرت عمرؓ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔

عن القاسم بن عبد الرحمٰن ان عمر كره ان يؤخذ على القضاء رزق الحديث رواه عبد الرزاق۔

حضرت مسروق بھی قضا کا معاوضہ نہیں لیتے تھے۔

انه كان لا يأخذ على القضاء رزقا الحديث (رواه عبد الرزاق)

حضرت قاسم بن عبد الرحمٰن کا بھی یہی مسلک تھا۔

قال القاسم: اربع لا يؤخذ عليهن رزق: القضاء والاذان والمقاسم قال عبد الرحمٰن ابن عبد الله وارله ذكر القرآن رواه عبد الرزاق۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے قاضیوں کے لیے خود تنخواہیں بھی مقرر کی تھیں۔

عن الحكمان عمر بن الخطاب رزق شريحا وسلمان بن ربيعة الباهلي على القضاء

رواه عبد الرزاق وروی ابن سعد فی الطبقات: عن نافع قال استعمل عمر بن الخطاب زید ابن ثابت علی القضاء و فرض له رزقاً (نصب الرایة) وقال: ابن ابی لیلی: بلغنی ان علیا رزق شریحاً خمس مائة رواه ابن سعد فی الطبقات۔ نصب الرایة) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن علماء کو عدلیہ کے لیے فارغ کر دیا جائے اس کے لیے تنخواہ مقرر کرنا چاہیے ورنہ یہ کام نہیں چلے گا۔

جج کا معاملہ تو الگ رہا جو صدر مملکت اور وزیر اعظم ہوتا ہے، ان کیلیے بھی وظیفہ کی بات کھٹکتی رہی ہے، شروع میں حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہونے کے باوجود کاروبار کر کے اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے، پھر حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کے لیے وظیفہ مقرر کیا لیکن اس کے باوجود بوقت وفات انھوں نے یہ سب کچھ بیت المال میں جمع کرا دیا۔ یہ بھی دراصل بات تقوے کی ہے، فتوے کی نہیں۔

فلما حضرته الوفاة قال لهم ردوا ما عندنا الی مال المسلمین (نصب الرایہ عن الواقدی)

لیکن اس کے باوجود صحابہؓ نے ان کی تنخواہیں مقرر کیں اور انھوں نے لیں؛

قالت عائشة: یاکل الوصی بقدر عمالته واکل ابوبکر وعمر (نصب الرایہ عن البخاری)

یہ سب امور اس امر کے غماز ہیں کہ: دین سمجھ کے اس سلسلے کی خدمات انجام دے اور محض اللہ کی رضا کے لیے مگر ان کا کاروبار نہ کرے ہاں سلسلۂ خدمات کو جاری رکھنے کے لیے مناسب وظیفہ کی ضرورت ہو تو لے بھی سکتا ہے۔ یہ رخصت ہے، مقام عزیمت نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس عہدہ اور منصب کو "تکثیر دولت" کا بہرحال ذریعہ نہ بنائے۔ ہاں یہ رخصت کی بات ہے ورنہ مقام عزیمت یہ ہے کہ اگر معلم قرآن مستطیع اور صاحب مقدور ہے تو اس کی تعلیم پر کچھ بھی قبول نہ کرے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے یزید بن ابی مالک اور حارث ابن ابی محمد کو دیہاتوں میں حدیث و سنت کی تعلیم کے لیے مقرر کیا اور ان کی تنخواہیں بھی مقرر کر دیں۔ حضرت یزید نے تو تنخواہ قبول کی مگر حارث نے لینے سے معذرت کر دی کہ اللہ نے جو علم مجھے دیا ہے، اس کا معاوضہ میں نہیں لوں گا جب عمر بن عبد العزیز کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا: یزید نے جو کیا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں خدا کرے حارث جیسے ہم میں اور زیادہ پیدا ہوں:-

لعبث عمر بن عبد العزیز یزید بن ابی مالک والحارث بن ابی محمد الی البادیة ان یعلما الناس السنة واجری علیهما الرزق فقبل یزید ولم یقبل الحارث وقال ماکنت لاخذ علی علم علمنیه الله اجراً فذکر ذلك لعمر بن عبد العزیز فقال ما نعلم بما صنع بیزید

بأسا واكثروا الله نبيا مثل الحارث كذا في سيرة عمر بن عبد العزيز لابن عبد الحكم
(حاشیہ تذکرۃ السامع والمتکلم)

منصور بن المعتمر اس شخص سے تو کوئی خدمت بھی نہیں لیتے تھے جو کسی ضرورت اور لالچ کے ماتحت اس کے پاس آتا جاتا۔

کان منصور لا یستعین باحد یختلف الیہ فی حاجۃ کذا فی التھذیب لابن حجر۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں، فہم قرآن کے لیے جو ملکہ عطا ہوا تھا وہ ابو جعفر (منصور عباسی) سے ایک تھیلی قبول کرنے پر چھین گیا۔ پھر میں نے اللہ سے بخشش کی دعا کی۔

کنت قد اوتیت فہم القرآن فلما قبلت الصرۃ من ابی جعفر سلبتہ نسأل اللہ تعالی المسامحۃ (تذکرۃ السامع)

یہ سب باتیں، تقویٰ، احتیاط اور خشیت الٰہی کی ہیں، ورنہ یہ ایک ضرورت ہے، اگر درمیان سے اسے اٹھا دیا جائے تو قراء، مؤذن، ائمہ اور معلمین کسی عظیم ابتلاء اور آزمائش میں پڑ جائیں، بھوکوں مریں یا کتاب و سنت اور دوسرے دینی فرائض کی ترویج اور نشر و اشاعت کا سرے سے سلسلہ ہی رک جائے — ہمارے نزدیک خدمت کا معاوضہ قبول کرنے سے کہیں زیادہ یہ سنگین صورت ہے، اس لیے اس تلخی کو قبول کرنا ہی اب دین ہے، الضرورات تبیح المحظورات۔

**طلباء کا اساتذہ کے لیے ہدیہ۔** ہمارے نزدیک یہ جائز ہے، صحابہ کرام سب حضورؐ کے شاگرد تھے مگر باقاعدہ ان کی طرف سے آپ کو تحفے بھی دیے جاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے۔

قالت عائشۃ: ان الناس کانوا یتحرون بھدایاھم یوم عائشۃ یبتغون بذلک مرضاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

ہاں اگر اساتذہ اس سے بھی پرہیز کریں تو بہتر رہے گا، جیسا کہ حضرت حمزۃ الزیات کے سلسلے میں آپ نے پڑھا ہے۔ لینا مقام رخصت ہے۔ نہ لینا مقام عزیمت — مقام عزیمت کے نتائج نہایت مہتم بالشان برآمد ہوتے ہیں، طالب علم کے لیے بھی اور معلم کے لیے بھی، دنیوی لحاظ سے بھی اور اخروی اعتبار سے بھی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

**قرآن حکیم کے اختتام پر شاگرد کا تحفہ۔** بہتر ہے اس سے پرہیز کیا جائے، بالخصوص دورِ حاضر میں، تاہم عقیدت، محبت اور ختم قرآن کی خوشی میں اگر کوئی صاحب ایسا کرتے ہیں تو اس کے لیے اس میں گنجائش ہے، کیونکہ اب بات معاوضہ کی نہیں رہتی، امتنان و تشکر، مسرت، محبت

عقیدت اور رابطے کی ہوتی ہے۔ اگر اس کے بجائے ختم قرآن کے موقع پر شکرانہ کے طور پر خیرات کرے، قربانی دے یا کھانا وغیرہ کھلائے تو یہ اور بہتر رہے گا۔ امام ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ختم آن حکیم ختم فرماتے تو ایک اونٹ ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے (سیرۃ عمرؓ لابن الجوزی)

بعض فقہاء نے تصریح کی ہے کہ: موجودہ حالات میں اساتذہ کے حضور ہدیے پیش کرنا چاہئیں۔

ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر لمثل اذا لم یذکر مدۃ ویحبس بہ وبہ یفتی ویجبر علی دفع الحلاوۃ المرسومۃ، ھی ما یھدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن (در مختار)

وفی الخلاصۃ: لو امتنع اب الصبی من اداء الوظیفۃ یجبر علی المراسم یوں حلو وبنبع شبنتی وعیدی وفی فتاوی العالمگیریۃ: وقد استحسنوا جبر والد الصبی علی العبرۃ المرسومۃ۔

دراصل یہ باتیں، رشوت کے زمرے میں نہیں آتیں یہ عقیدت اور استاد سے ایک گونہ محبت اور رابطے کے دائرے کی باتیں ہیں اس سے غرض اساتذہ اور قرآن کا استحصال نہیں ہوتا بلکہ محبت، عقیدت کا اظہار اور خدمت کا جذبہ ہوتا ہے، جو بجائے خود مبارک بات ہے۔ واللہ اعلم۔


کیا ——— اسلام دنیا میں بحیثیت مجموعی نظام رائج ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے؟

——— اسلامی قانون کی تدوین ممکن ہے اور مسلمان جو متعدد اور باہم متصادم گروہوں اور فرقوں میں منقسم ہو چکے ہیں، کیا اسلامی قوانین کے ایک ہی مجموعے پر متحد اور متفق ہو سکتے ہیں؟؟ ———

ان سوالوں کے جواب، آپ کو اسلامی قوانین کے ماہر ——— اور قرآنی علوم کے غواص عالم دین مولانا امین احسن اصلاحی کی مایۂ ناز تالیف

# اسلامی قانون کی تدوین

میں ملیں گے

قیمت فی جلد ——— ۶/- روپے

مکتبۃ المنبر، پوسٹ بکس ۶۴، جناح کالونی، لائلپور